

رینٹ (کرایہ) کے مولوی

تعارف میرزا ابوالحسن اصفہانی

ولادت۔ ۱۹۰۲ء

وفات۔ ۱۹۸۱ء (کراچی)

مصنف۔ قومی رہنما تحریک پاکستان۔ قائد اعظم کے قریبی ساتھی۔ ممبر بحال قانون ساز اسمبلی (۱۹۳۷ء تا ۱۹۴۷ء)۔ ممبر مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی (۱۹۳۱ء تا ۱۹۳۷ء)۔ سیاست دان۔ مرکزی وزیر برائے صنعت و تجارت (۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۵ء)۔

(پروفیسر محمد اعظم، سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور، وفیات مشاہیر پاکستان، مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۰ء، ص ۸)

میرزا ابوالحسن اصفہانی نے قائد اعظم پر انگریزی میں ایک کتاب لکھی، جس کا نام ”QAID E AZAM JINNAH AS I KNEW HIM“ اس کتاب کا ایک اردو ترجمہ ”قائد اعظم میری نظر میں“ ۱۹۷۶ء میں مکتبہ شاہکار لاہور نے شائع کیا، دوسرا اردو ترجمہ ”قائد اعظم جناح، جیسا میں انہیں جانتا ہوں“ کے نام سے مکتبہ آتش فشاں ۸۷ سٹیج بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور نے ۲۰۰۶ء میں شائع کیا۔

تحریک پاکستان کی مخالفت میں مولوی حسین احمد کانگریسی نے اپنی تمام تر توانیاں صرف کیں، مسلم لیگ سے مخالفت کا آغاز جون ۱۹۳۶ء میں لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ پارلیمانی بورڈ کے اجلاس کے دوران ہوا، اور پھر جمیعت علانہ ہند مولوی حسین احمد کانگریسی کی قیادت میں مکمل طور پر کانگریس کی گود میں چلی گئی، اس مخالفت کی تفصیل حضرت قائد اعظم کے ساتھی مرزا ابوالحسن اصفہانی کی زبانی سنئے !

”پارلیمانی بورڈ کے جلسے کے دوران کئی تقریریں ہوئیں، جو ہمارے تقریر کرنے کے روایتی شوق کے عین مطابق تھیں، مجھے یاد ہے کہ پہلے روز مفتی کفایت اللہ اور حسین احمد مدنی نے مسٹر جناح کی تائید کی اور ان کی تحریک پر کہ مسلم لیگ کو زندہ سیاست کے اکھاڑے میں لایا جائے خوشنودی کا اظہار کیا، لیکن آخری روز ان دو عالموں میں سے ایک نے تجویز پیش کی کہ چونکہ انتخابات میں ایک جماعت کی حیثیت سے مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے موثر اور مسلسل پروپیگنڈا کی ضرورت ہوگی، لہذا دیوبند اپنے تمام ذرائع لیگ کی خدمت میں پیش کر دے گا، بشرطیکہ پروپیگنڈا کا خرچ لیگ برداشت کرے، اندازہ یہ لگایا گیا کہ شروع میں کوئی پچاس ہزار روپے درکار ہوں گے، ظاہر ہے کہ اس وقت لیگ کے صندوق میں پچاس تاجے کے سکے بھی نہ تھے، صدر اور سیکرٹری جو دونوں اعزازی تھے اپنے قبیلوں میں اٹھائے پھرتے تھے۔

جون ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کے پاس کوئی روپیہ نہ تھا، لہذا مسٹر جناح مولانا کی یہ پیشکش منظور نہ کر سکے کہ مالی امداد کی شرط پر وہ دارالعلوم دیوبند کے تمام ذرائع تبلیغ ان کے لئے وقف کر دیں گے، مولاناؤں کو اس سے مایوسی ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ ہندو کانگریس کی طرف ڈھلتے گئے اور کانگریس پارٹی کے لئے پرچار کرنے لگے، جو ظاہر ہے کہ ان کے مالی تقاضے پورے کر سکتی تھی، یہ میرے لئے ایک تلخ صدمے کا باعث ہوا، کیونکہ مجھے یہ توقع نہ تھی کہ خود علمائے دین مسلمانوں کے راستے میں جو اپنی قومی آزادی کی جدوجہد کر رہے تھے، حائل ہو جائیں گے، مجھے کبھی یقین نہ آتا تھا کہ ایسے قابل تعظیم حضرات ذاتی اور جماعتی مفادات کو قوم کے مفادات پر مقدم رکھیں گے۔

(قائد اعظم میری نظر میں، از مرزا ابوالحسن اصفہانی، شاہکار ایڈیشن، لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۰)

قائدِ اعظم جن



قائدِ اعظم جن

پروفیسر سید محمد رفیع

تعارف

”قائد اعظم جناح“ — جیسا میں انہیں جانتا ہوں ”مرزا ابوالحسن اصفہانی نے اپنی یادداشتوں پر استوار کی ہے۔ تحریک پاکستان کے ارتقاء اور ہم سیاسی واقعات اور شخصیتوں کے حوالے سے مصنف نے اپنی یادداشتوں کے تائید اس خط و تائید سے قائم کی ہے جو ان کے اور قائد اعظم کے درمیان ہوتی رہی۔ اس ٹھوس دستاویزی ثبوت نے کتاب کی دستاویزی اہمیت مضبوط کر دی ہے۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان جو یورپیوں اور تاجیکوں کا قبرستان بن چکا تھا۔ یہاں سیاست میں مول تول اور بولی چلتی تھی۔ جہاں چڑھتے سورج کی پرستش کا رواج ہو چکا تھا۔ سیاست کا لفظ بھوت، دغا، فریب، بے اصولی اور طلب برآری اور حرص کا ہم معنی ہو چکا تھا۔ اس ماحول کی بادشاہ کو کس طرح قائد اعظم نے اپنے کردار کی خوبیوں، ناقابل شکست کمر سپین، انتہا درجے کی اور کسی بھی صورت میں بدعنوانیوں اور بے ایمانیوں کو برداشت نہ کرنے کی جرأت، ہمت اور حوصلے نے امیدوں کی صحیح بہاد میں بدل کر رکھ دیا۔ کہہ سکتے ہوئے دل دھڑکنے لگے۔ پڑمردہ چہرے بشاشت سے دمک اٹھے اور بکھری اور بیٹی ہوئی ڈانڈا ڈول قوم ایسی مضبوط اور ثابت قدم ہو گئی کہ جیسے اسلام کا ابتدائی دور ٹوٹ آیا ہو۔ آزادی کی تعریف متعین ہوئی اور پاکستان تک پہنچنے والا عمل، پرخار، پرخار اور پرخار راستہ جسے عبور کرنا ناممکن العمل کہا جاتا تھا، قائد کی بلند حوصلگی، بلند ہمتی اور پختاب لیدر شپ سے سربراہ گیا۔

مرحوم حسن اصفہانی نے اس کتاب کے ذریعہ جو مواد دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ معرکے ہی کا نہیں، یادگار اور عالی شان بھی ہے۔ جو قائد کی بے مثال، لازوال اور بلند بالا شخصیت کو ایک نئے رخ سے دیکھنے کا باعث بنتا ہے۔ یہ مواد قائد اعظم اور تحریک پاکستان

کے جملے سے کئی چہروں پر پڑتے ہوئے نقاب نامہ تار کر دیتا ہے۔ اس کتاب کا یہ پہلو خاصا حیرت انگیز ہے اور مطلوباتی بھی۔

”قائد اعظم جناح“ — جیسا میں انہیں جانتا ہوں، ”حسن اصفہانی نے اصفہانگریزی میں

QAID - E - AZAM JINNAH
AS I KNEW HIM

کے عنوان سے لکھی تھی۔ جس کا پہلا ایڈیشن جون ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا۔ اسے طبعہ والی پذیرائی اور اہمیت کے پیش نظر مصنف نے اس پر نظر ثانی کی۔ ترجمہ اور اضافے کے ”مسلم لیگ آدم کر کسی سے غلام نہ ہو“ کے عنوان سے ایک نئے مگر طویل اور اہم باب کا اضافہ کیا۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۷ء میں شائع ہوا۔ مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح کی خواہش پر مصنف نے اس کے اردو ترجمے کا اہتمام بھی کیا۔ لیکن اردو ترجمہ محترمہ کی وفات کے بعد ۱۹۶۸ء میں شائع ہوا۔ اور جلد ہی بعد ناپید ہو گیا۔

ہم نے مرحوم حسن اصفہانی کی قائد اعظم کے ساتھ پُر اعتماد، بے ریا اور خالص فحاشی سے لبریز وفاق، شاگردی اور عقیدت اور اس کتاب کی وقعت اور اہمیت کے پیش نظر محترمہ بیگم قمر اصفہانی سے اس کی از سر نو اشاعت کے لئے بات کی۔ محترمہ جن کا اپنے مرحوم قائد کی طرح قائد اعظم اور پاکستان کے ساتھ لگاؤ والا ہونا ہے۔ انہوں نے ہماری پیش کش کو بے حد سراہا۔ اور اشاعت کے معاہدے کی تکمیل میں خاصی دلچسپی لی۔ محترمہ بیگم اصفہانی کے ساتھ ساتھ مرحوم اصفہانی کے بیٹوں مرزا محمد اصفہانی، مرزا اصیبا، اصفہانی اور بیٹی مسز ایران اصفہانی بیگم کی بیٹی نے بھی گمنامی میں پڑی اس متاع کو عام کرنے میں خصوصی کردار ادا کیا ہے۔

منیر احمد منیر

لاہور ۹ اگست ۱۹۸۸ء

کسی زمانے میں با عظمت مسلم قوم کے ساتھ کی جاتی رہی ہیں۔

انہوں نے ہمیں یقین دلایا کہ جس صورت حال کی ہمیں شکایت تھی وہ ہمیں نہ کے لئے مدد فون پر چکی ہے، اور یہ کہ اب سے آل انڈیا مسلم لیگ ایک زندہ تنظیم اور ملک بھر میں ایک عوامی تحریک بن جائے گی۔ انہوں نے اس پر زور دیا کہ اگر ہمیں بحیثیت قوم کے زندہ رہنا ہے اور اپنے حقوق کو طلب کرنا اور حاصل کرنا ہے تو ہمارے رہنماؤں کو عوام سے پہلے سے زیادہ رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہوگی اور اپنی قوت اور طاقت انہی سے حاصل کرنا ہوگی۔ ہم ان کے طرزِ تکلم اور انہماک خیالی کے خلوص سے ایسے متاثر ہوئے کہ ہمیں یقین ہو گیا کہ وہ جو کچھ ہمیں بتا رہے ہیں وہ کر کے رہیں گے اور ہم نے وعدہ کیا کہ کلکتے واپس جا کر ہم اپنی جماعت سے یہ سفارش کریں گے کہ ہم سب مجموعی طور پر آل انڈیا مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں، اور کوئی ممبرانی جماعت بنانے کا ارادہ ترک کر دیں جس سے محض ہمارے دشمنوں کو فائدہ پہنچے گا، کیونکہ اب تک وہ یہ بخوبی سمجھ گئے تھے کہ کس طرح ایسی جماعت یا قوم کے افراد کو جن میں تفرقہ ہو ایک دوسرے سے لڑوا کر اس پر آسانی سے حکومت کی جاسکتی ہے۔

چونکہ اس وقت مسلم لیگ کوئی قابل ذکر جماعت نہ تھی، بلکہ بہت سالوں سے نہیں رہی تھی، اسی لئے مسٹر جناحؒ نے عبدالرحمن صدیقی کو اور مجھے ناظم مقرر کیا اور میں یہ کام سپرد کیا کہ ہم بنگال میں نئی مسلم لیگ پارٹی قائم کریں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ بنگال میں دونوں میں کم عمر تھا ایلڈ اڈھر اڈھر بھاگ دوڑ کرنے اور مختلف کاموں کو سرانجام دینے کی زیادہ تر ذمہ داری میرے ہی سر پہ گئی۔ انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ یہ کام مشکل ضرور ہے لیکن اس میں کامیابی ناممکن نہیں اور یہ کہ اگر قوت ارادی اور کام کی ہمت موجود ہو تو انہیں یقین تھا کہ تھوڑے ہی عرصے میں مسلم لیگ مسلمانوں کی سیاسی تنظیم کی حیثیت سے صوبہ بنگال میں کام شروع کر دے گی۔ ہمیں ضروری ہدایات دینے کے بعد انہوں نے ہمیں خدا حافظ کہا اور ایلڈان دلایا کہ جب کبھی ہمیں ضرورت ہو وہ مشورہ اور مدد دینے کے لئے موجود رہیں گے اور ضروری مدد کے لئے انہیں جہاں بھی بلا یا جائے گا وہ ضرور جائیں گے۔

آل انڈیا مسلم لیگ پارٹی میٹری بورڈ کے لاہور کے جلسہ کا ذکر ختم کرنے سے پہلے میں ایک

واقف کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس سے مجھے تعجب بھی ہوا اور غٹ رنچ بھی۔
 پارلیمنٹری بورڈ کے جلسے کے دوران کئی تقریریں ہوئیں جو چارے تقریر کرنے کے ذاتی
 شوق کے عین مطابق تھیں۔ مجھے یاد ہے کہ پہلے روز مفتی کفایت اللہ اور مولانا حسین احمد مدنی
 نے مسٹر جناح کی نائید کی اور ان کی اس تحریک پر کہ مسلم لیگ کو زندہ سیاست کے انکار سے
 میں لایا جائے خوشنودی کا اظہار کیا۔ لیکن آخری روز ان دو عالموں میں سے ایک نے یہ تجویز
 پیش کی کہ چونکہ انتخابات میں ایک جماعت کی حیثیت سے مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے موثر اور
 مسلسل پروپیگنڈہ کی ضرورت ہوگی لہذا دیوبند اپنے تمام ذرائع لیگ کی خدمت میں پیش کر
 دے گا۔ بشرطیکہ پروپیگنڈہ کا خرچ لیگ برداشت کرے۔ اندازہ یہ لگایا گیا کہ مشروع میں
 کوئی پچاس ہزار روپے درکار ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت لیگ کے صندوق میں پچاس
 تاجے کے سیکے بھی نہ تھے۔ صدر اور سیکرٹری جو دونوں اعزازی تھے اپنے دفتر اپنے تھیلوں میں
 اٹھائے پھرتے تھے۔

مولانا کو مسلم لیگ کی مالی حالت کا علم ہم میں سے جو لوگ جلسے میں حاضر تھے ان میں سے
 بیشتر کی نسبت زیادہ اچھی طرح تھا اس لئے وہ اپنی تجویز کے اس جواب کے بھی ضرور متوقع
 ہوں گے جو ظاہر ہے کہ دیا جاسکتا تھا۔ مسٹر جناح کو انہیں بتانا پڑا کہ ایسی کوئی رقم موجود نہ
 تھی اور نہ ہی انہیں یہ امید تھی کہ وہ مستقبل قریب میں اتنا روپیہ جمع کر سکیں گے۔ انہوں
 نے سب سے اپیل کی کہ وہ جو بھی ذرائع خود فراہم کر سکیں ان سے کام لیں اور کوئی مثبت
 نتائج پیدا کر کے دکھائیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ ہم سچے دل سے ان کی
 بھلائی کے لئے کام کرنا چاہتے ہیں تو روپیہ بلاشبہ ضرور مل جائے گا۔ لیکن پہلے ہم کام کر
 کے تو دکھائیں :

ان کے یہ الفاظ کتنے سچے تھے میرے آنے والے سالوں میں ثابت ہو گیا جب انہوں نے
 مسلمانوں کو ملک کی تیسری طاقت بنا دیا، جبکہ انگریز اور ہندو دو طاقتیں موجود تھیں۔ بعد کے دنوں
 میں انہوں نے جب بھی روپے کے لئے درخواست کی مسلمانوں نے ہمیشہ مستعدی اور فیاضی سے
 لبیک کہا، ملک کے سب گوشوں سے دو آنے سے لے کر لاکھوں روپے کی رقمیں آنا شروع

برٹینس۔ لیکن جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں یہ بعد کے زمانے میں ہوا۔ جون ۱۹۳۶ء میں مسلم لیگ کے پاس کوئی روپیہ نہ تھا اور لہذا مسٹر جناح مولانا کی یہ پیشکش منظور نہ کر سکے کہ مالی امداد کی شرط پر کہ وہ دارالعلوم دیوبند کے تمام ذرائع تبلیغ ان کے لئے وقف کر دیں گے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولاناؤں کو اس سے مایوسی ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ ہندو کانگریس کی طرف دھلتے گئے، اور کانگریس پارٹی کے لئے پرجار کرنے لگے۔ جو ظاہر ہے کہ ان کے مالی تھانے پورے کر سکتی تھی، یہ میرے لئے ایک تلخ صدمہ کا باعث ہوا۔ کیونکہ مجھے یہ توقع نہ تھی کہ خود علمائے دین مسلمانوں کے راستے میں جو اپنی قومی آزادی کی جدوجہد کر رہے تھے، حائل ہو جائیں گے۔ مجھے کبھی یہ یقین نہ آتا تھا کہ ایسے قابلِ تعلیم حضرات ذاتی اور جماعتی مفادات کو قوم کے مفادات پر مقدم رکھیں گے۔ لاہور کے چلنے کے بعد سے مسٹر جناح نے بہت تیزی اور محنت سے کام شروع

کر دیا۔ انہوں نے صوبوں کا دورہ کیا اور نہ صرف ان مقامات میں بورڈ قائم کئے جہاں وہ موجود نہ تھے بلکہ جن بورڈوں نے کام شروع کر دیا تھا ان میں ایک نئی جان اور حرکت پیدا کر دی۔ لاہور سے واپس آتے ہوئے عبدالرحمن صدیقی اور میں اس خیال سے خوش تھے کہ ہم

نے مسٹر جناح کی دعوت قبول کر لی، اور اس کے شکریہ گزارتے تھے کہ ہم نے اپنے وقت اور روپے کا اچھا مصرف کیا۔ ہمیں اس سے بے انتہا مسرت تھی کہ چوٹی کے مسلمان رہنماؤں کو آل انڈیا مسلم لیگ کو از سر نو تنظیم دینے اور عوام کو اس جدوجہد کے لئے جو درپیش تھی اور ناگزیر معلوم ہوئی تھی منظم کرنے کی ضرورت کا دوبارہ احساس پیدا ہو گیا تھا۔ جس روز ہم کلکتے پہنچے اسی دن ہم خواجہ نور الدین اور نئی مسلم مجلس میں اپنے دیگر رفقاء کے ساتھ ملے۔ ہم نے اسے لاہور کے اجلاس کی کارروائی سے مطلع کیا اور مسٹر جناح سے اپنی نئی ملاقات کا بھی ذکر کیا۔ کچھ

بحث و تمحیص کے بعد اتفاق رائے سے یہ طے ہوا کہ ہمیں صوبوں میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کرنے کی سعی کرنی چاہیے، کیونکہ ایک متحدہ کل ہند جماعت کے بغیر مسلمانوں کے لئے اپنے سیاسی مقصد کو حاصل کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جائے گا لہذا ہم نے ایسے لوگوں کے جوش عمل کے ساتھ پہلے کلکتے میں کام شروع کر دیا جو نئے نئے کسی مذہب میں داخل ہوئے ہوں۔

اسی زمانے میں بنگال کی دونوں جماعتوں یعنی متحدہ مسلم پارٹی اور کزنسک پرچا پارٹی